”گستاخی“ کس چیز کا نام ہے؟

تصنیف لطیف
شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحاج الحافظ
مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی
قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

گستاخی کس چیز کا نام ہے؟

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ الْعَلِيِّ الْعَزِيْزِ الْكَرِيْمِ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِه الْكَرِيْمِ الرَّحِيْمِ وَعَلٰی اٰلِه وَاَصْحَابِه اَجْمَعِيْنَ۔

عوام بلکہ بہت سمجھدار لوگ سمجھتے ہیں کہ گستاخی شاید گالی دینے یا کسی کو کوئی عیب لگانے یا اس کی تحقیر وتوہین کے الفاظ کا نام ہے۔فقیر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عربی رسالہ "تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء" کی مدد سے یہ مختصر تحریر پیش کررہا ہے کہ گستاخی کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ ملائکہ وانبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے لئے ایسے کلمات بولنا یا آپ ﷺ کی نسبت اقدس کو کسی حقیر وقبیح شے سے تشبیہ دینا بھی گستاخی ہے اور یہ عوام بلکہ بہت سے خود کو علماء کہلوانے والے کہہ گزرتے ہیں پھر انہیں اس پر آگاہ کیا جائے تو تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔

مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور ﷺ کے علم کو پاگلوں سے تشبیہ دی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے چوڑھے چمار تک پہنچا دیا مولوی گنگوہی وانبیٹھوی نے نبی ﷺ کے علم کو شیطان، ملک الموت کے علم سے گھٹا دیا اور آپ ﷺ کی محفل میلا د کو کنہیا کے جنم کے مشابہ لکھ دیا۔(براهین قاطعه) ابوالاعلیٰ مودودی ان سے بازی لے گیا کہ کبھی حضور ﷺ کو چرواہا لکھ دیا کہیں موسیٰ علیہ السلام کو ملنگ کہہ دیا۔(پردۂ کتاب) اور اس نے بھی بارہا محفل میلا د کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس دن دیوالی ودسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے اور عین میلا د کے دن لاہور میں شیطان کا علم بلند کیا گیا (معاذ اللہ) نوائے وقت۔

ان عبارات کی وجہ سے اہل سنت بریلوی، وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں سے متنفر ہیں۔انہیں عبارات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فتوائے کفر صادر فرمایا جس پر علمائے عرب وعجم نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق فرمائی جس کی تفصیل "حسام الحرمین" اور "الصوارم الهندیه" میں ہے۔

فقیر اس رسالہ میں امام جلال الدین علیہ الرحمۃ کے رسالہ کی تلخیص مع اعتراضات عوام کو خود فیصل بناتا ہے کہ جو فتویٰ صدیوں پہلے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماگئے وہی آج امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ لکھ رہے ہیں بلکہ صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شعر لکھنے پر گستاخ لکھ دیا تفصیل آتی ہے۔

بکریاں چرانا: حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل تیار کرکے زندگی بسر فرماتے اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن بیت المال سے کچھ نہیں لیا کرتے۔حضور سرورِ عالم ﷺ اور موسیٰ وشعیب علیہم السلام نے بکریاں چرائیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے نبوت کے اعلان سے پہلے بکریاں چَرانے کو اختیار فرمایا تھا۔

حدیث شریف: ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چَرائیں۔

نکتہ: بکریاں چَرانے میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو بکریوں سے رافت ورحمت قلبی نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ بکریاں تمام جانوروں سے ضعیف جانور ہیں۔اسی لئے ان کی نگرانی قلب پر رافت ورحمت ہوتی ہے۔ جب خلقِ خدا سے واسطہ پڑے گا تو طبیعت کی تیزی اور ظلم وشدت کا مادہ پہلے سے لطف وکرم اور رافت ورحمت سے بدل چکا ہوگا اور اس کی فطرت حداعتدال میں رہے گی اور کسی پر ظلم وشدت اور ناجائز سختی نہ کر سکے گا۔باوجود یہ کہ بکریاں چَرانا انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے لیکن انہیں چرواہا کہنا گستاخی ہے۔

چنانچہ " روح البیان " میں ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کو بکریوں کا چرواہا کہہ کر عار دلائے تو وہ جواب میں کہے نبی کریم ﷺ بھی بکریاں چَراتے تھے۔ایسے جواب دینے والے کو سزا دی جائے اس لئے کہ بکریاں چَرانا انبیاء علیہم السلام کے لئے کمال تھا لیکن دوسروں کے لئے تحقیر،اور تحقیری امر میں تشبیہ دینا نبوت کی گستاخی ہے۔

قاعدہ رد وھابیہ: ہر وہ امر جو نبوت کے لئے کمال لیکن دوسرے کے لئے موجب حقارت ہو تو وہ لفظ نبی علیہ السلام کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔مثلاً کوئی کسی سے کہے اے اُمی (ان پڑھ) وہ اسے جواب دے کہ کیا حضور ﷺ اُمی (ان پڑھ) نہیں تھے؟ ایسے شخص کو سزا دی جائے۔(کذافی انسان العیون)

صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سلطان سلیم اول از خاقان عثمانیہ کے مندرجہ ذیل اشعار مبنی بر ترکِ ادب ہیں۔

یک گدا بود سلیمان بعصا وزنبیل	یافت از لطف تو آن حشمت ملک آرایی
مصطفی بود یتیمی ز عرب پست درت	دادش انعام تو تاج شرف بالایی

(روح البیان، سورۃ الانبیاء آیت ۸۱، الجزء۳، الصفحۃ ۵۱۰)

یعنی اگر گدا اگر سلیمان علیہ السلام عصا وزنبیل سے تیرے لطف سے وہ حشمت ملک آراء پایا مصطفی ﷺ یتیم تھے عرب جیسے پست ملک میں پیدا انہیں تو نے تاجِ شرف وبزرگی کا انعام بخشا۔

درسِ عبرت: سلطان سلیم مرحوم نے سلیمان علیہ السلام کو گدا گر اور حضور ﷺ کو یتیم کہا تو صاحب روح البیان نے اسے گستاخی لکھا باوجود یکہ یہ دونوں الفاظ ان حضرات علیہم السلام کی صفت واقعی تھی اور وہ بھی بارگاہ حق کے لئے انہیں گدا گر ویتیم کہا لیکن سلطان مرحوم کو معاف نہ کیا گیا بلکہ ان کے یہ الفاظ گستاخی میں شامل کئے گئے۔ بادشاہ کی نیت

گستاخی کی نہ تھی اور نہ خلافِ واقعہ کہا لیکن گستاخوں میں شمار ہوئے۔ جولوگ اس سے بڑھ کرعمداً گستاخیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا کیا حال ہونا چاہیے۔ وہی ان کا حال ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسام الحرمین میں بیان فرمایا: فافھم وتدبر و لاتکن من الوھابیین

اسی قاعدے پر ہمارے نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں کے جھگڑے کی بنیاد ہے۔ ان کی کتابوں میں نبوت کی گستاخی جی بھر کر کی گئی ہے۔ مثلاً نبی علیہ السلام کو چوڑھے چمار سے تشبیہ دینا، نماز میں ان کے تصور کو گدھے اور اپنی بی بی کے جماع سے بدتر اور ان کے علم مبارک کو پاگلوں حیوانوں سے تشبیہ دینا، شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے زائد بتانا اور ان کے میلاد کی مجلس کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دینا اور عام بشریت کے مساوی ماننا اور انہیں چرواہا، ان پڑھ کہنا ایسی دیگر ان گنت عبارات ہیں۔ فقیر نے تفصیل سے ''التحقیق الکامل فی امتیاز الحق والباطل'' میں لکھ دیا ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے صرف اسی قاعدے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ''تنزیه الانبیاء عن تسفیه الاغبیاء'' اس کا آغاز ہے۔

امابعدحمدللهغافرالزلاتومقیل العثرات والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنامحمدالذی انزل علیه فی کتابه العزیز: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ (پارہ۲۲، سورۃ فاطر، آیت ۸) ﴾ وعلیٰ آله وصحبه النجوم النیرات۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دولوگوں کا جھگڑا ہوا اور آپس میں خوب گالی گلوچ بکیں۔ بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا اے چرواہے کے بچے۔ اس کے باپ نے کہا کیا یہ نسبت صرف میری ہے؟ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

یہ واقعہ مسجد طولونی کے قریب بازار غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا ان کا مقدمہ حکامِ وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے فرمایا کہ لو دفع الی الضربة بالسیاط

یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو قائل کو دُرے لگواتا۔

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی ایک عام آدمی سے ان کی مثال دی جائے۔ میرے مرتب فتویٰ کو دیکھ کر ایک شخص بول اُٹھا کہ

علامہ (سیوطی) کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ملامت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عام آدمی سے تشبیہ دینا ایک مباح امر ہے لہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مجھے اس کا خطرہ محسوس ہوا کہ عوام کالانعام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کردیں گے پھر وہ ان کی عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہو جائیں گے۔صرف دین کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

سب سے پہلے قاضی عیاض کا وہ بیان لکھ دوں جو اُنہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے۔ کماقال ابو جه الخامس الخ

(۱) نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔ (۲) ان کا کوئی عیب نہ بیان کیا جائے۔

(۳) انہیں گالی نہ دی جائے۔

شریعت میں مندرجہ صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں کرنا حرام ہے مثلاً

(۱) انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کر کے مثال کے طور پر اپنے لئے حجت یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ اُمور انبیاء علیہم السلام نے بحیثیت دینی اُمور کے اظہار کے لئے کئے یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو اُنہوں نے کسرِ نفسی کے طور پر کیا۔

(۳) یا کسی مقصد اسلامی کے پیش نظر اپنے آپ کو بلند وارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں۔اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا میرے حق میں ایسا ویسا کہا گیا نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تکذیب ہوئی تھی۔

(۵) یا یوں بکواس کرے کہ میں نے گناہ کرلیا تو کیا حرج ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔

(۶) یا یوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے۔

(۷) یا یوں کہے کہ میں فلاں مصیبت سے صبر کر رہا ہوں جیسے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یا یوں کہے کہ ایسے صبر کرتا ہوں جیسے ایوب علیہ السلام نے صبر کیا۔

(۹) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حضور ﷺ کی طرح صبر کرنا ہے اُنہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کر رہا ہوں۔

متنبی کا شعر ہے،

أَنَا فِی أُمَّةٍ تَدارَکَهَا اللّٰهُ	غَرِیبٌ کَصَالِحٍ فِی ثَمُودِ

(کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی،القسم الرابع فی تصرف وجوه الأحکام فیمن تنقصه أو سبه علیه الصلاۃ و السلام،الجزء۲،الصفحة۵۵۵،دارالفکر)

یعنی میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے۔

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ

کُنْتُ مُوسَی ، وَافَتْهُ بِنْتُ شُعَیْبٍ	غَیْرَ أَنْ لَیْسَ فِیکُمَا مِنْ فَقِیرِ

(کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی،القسم الرابع فی تصرف وجوه الأحکام فیمن تنقصه أو سبه علیه الصلاۃ و السلام،الجزء۲،الصفحة۵۵۵،دارالفکر)

یعنی میں موسیٰ اور ان کی زوجہ بنت شعیب ہوں سوائے اس کے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔

اور جیسے حسان مصیصی کا قول،

کَأَنَّ أَبَا بَکْرٍ أَبُو بَکْرِ الرِّضَا	وَحَسَّانَ حَسَّانٌ وَأَنْتَ مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی،القسم الرابع فی تصرف وجوه الأحکام فیمن تنقصه أو سبه علیه الصلاۃ و السلام،الجزء۲،الصفحة۵۵٦،دارالفکر)

یعنی گویا ابوبکر ابوبکر رضا ہے اور حسان حسان ہے اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو۔

شاعر حسان مصیصی نے یہ شعر محمد بن عباد المعروف معتمد اور اس کے وزیر ابوبکر بن زیدون کے حق میں لکھا ہے اور یہ حسان شاعر شعرائے اندلس سے ہے۔اس شعر میں گستاخی یہ کی ہے کہ خود حضرت حسان شاعر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وزیر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بادشاہ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔

اس جیسی بہت سی مثالیں ہیں اور ہم نے کثرت شواہد درج کئے ہیں حالانکہ ایسی مثالیں لکھنا ہمیں سخت ناگوار ہے تاکہ لوگوں کو ایسی گستاخیوں کا علم ہو کیونکہ عوام بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ ایسی سخت باتوں سے احتراز نہیں کرتے بلکہ ان کے ارتکاب کو معمولی بات سمجھتے اور اسے کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے۔یہ ان کی کم علمی اور بیوقوفی کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا،"وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا وَّهُوَعِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ" (پارہ۱۸،سورۃ النور،آیت۱۵)

ترجمہ: اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

فائدہ : یہ جملہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان تراشوں کے لئے فرمایا اور وہ بہتان تراش منافق تھے اور یہ منافقوں کا کام ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لئے بے ادبی کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ہمارے دور میں اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں اور وہ خود ہی سوچ لیں کہ نبوت واہل بیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں وہ اس سے دین کی خدمت کر رہے ہیں یا اپنا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔

انتباہ: بعض شعرء سے اس طرح کی جرأت عام ہے بلکہ کچھ اس معاملہ میں سخت زبان واقع ہوئے ہیں انہیں میں ابن ہانی اندلسی وابن سلیمان المصری اور ہمارے دور میں حالی وغیرہ۔ جیسے اس نے شعر ذیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلچی کہا ہے (معاذاللہ) یہاں ہمیں ان سے بحث نہیں ہمارا مقصد اس وقت یہ ہے کہ مثالیں دے کر سمجھائیں کہ ایسی باتیں جن میں صراحۃً گالی نہ ہوں لیکن ان میں بے ادبی وگستاخی اور ان کا نقص وعیب کا اظہار ہو رہا ہو تو ان میں خصوصیت سے بچنے کا اہتمام ہو۔

مانا کہ شعرائے مذکورہ یعنی ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان المصری یونہی حالی وغیرہ کا ارادۂ گستاخی نہ ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے نبوت کی عزت واحترام نہیں کیا اور نہ ہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا خیال رکھا اور نبوت ورسالت کے لئے ضروری ہے کہ جو اسے اللہ تعالیٰ نے شان بخشی ہے اس سے کسی ادنیٰ وحقیر تشبیہ نہ دی جائے جیسے اشرف علی تھانوی نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں جانوروں وغیرہ سے دی ہے اور نہ ہی اس کی شانِ اعلیٰ کو کسی طریق سے کم بیان کیا جائے جیسے رشید احمد گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس کو شیطان اور ملک الموت سے گھٹا دیا۔ یونہی رسالت ونبوت کی شان کو کسی کی خوشامد پر اس کے مشابہ ظاہر کیا جائے جیسے حسان مصیصی نے اپنے بادشاہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ظاہر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے لئے بہت سخت تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اُونچا بولنے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ: مذکورہ صورتوں میں اگرچہ ان لوگوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔ لیکن کم از کم اتنی سخت سزا تو ضرور ہوتا کہ آنے والی نسلیں ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔

حکایت: ابونواس بہت بڑا مشہور شاعر ہے اس نے ہارون الرشید خلیفہ عباس مرحوم کے سامنے یہ شعر پڑھا،

فَإِنْ يَكُ بَاقِي سِحْرِ فِرْعَوْنَ فِيكُمْ	فَإِنَّ عَصَا مُوسَى بِكَفِّ خَصِيبِ

(كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى،القسم الرابع فى تصرف وجوه الأحكام فيمن تنقصه أو سبه عليه الصلاة والسلام،الجزء٢،الصفحة٥٥٧،دارالفكر)

یعنی اگر تمہارے میں فرعون کا جادو باقی ہے تو ہمارے ہاں بھی عصائے موسیٰ علیہ السلام موجود ہے۔

اس شعر کی وجہ سے حضرت ہارون الرشید مرحوم نے ابونواس سے کہا اے بد بخت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ٹھٹھا مخول کرتا ہے نکل جا میری محفل سے۔ چنانچہ اسے فوراً خلیفہ عباسی کی محفل سے نکلنا پڑا۔

درسِ عبرت: عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بے ادب کی یہ سزا۔ اللہ اللہ!!!

تبصرۂ اُویسی غفرلہ': کاش آج بھی کوئی ایسا سربراہ مملکت ہمیں نصیب ہوتا جو عصائے موسیٰ کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا پھر اس گستاخ و بے ادب سے کیا کرتا جو کھلے بندوں امام الانبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی گستاخی اور بے ادبی کو اپنا مشغلہ سمجھتا ہے۔

فتــــویٰ: ہم اس بحث میں اپنے فتویٰ کے بجائے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتویٰ کو کافی سمجھتے ہیں۔ طوالت سے بچ کر ان کا قول پیش کرتے ہیں اُنہوں نے بھی ہارون الرشید مرحوم کی طرح ایسے محروم القسمت لوگوں کے لئے سخت سزا کا حکم صادر فرمایا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ بھی عجوبہ روزگار ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا کہ کسی نے آپ سے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھے فقر و تنگدستی پر عار دلائی تو میں نے اسے کہا کہ یہ کون سی بُری بات ہے رسول اللہ ﷺ نے بھی فقر و فاقہ سے بکریاں چَرائی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسے سزا دی جائے اس لئے کہ اس نے یہ بے محل جملہ استعمال کیا ہے۔

فائدہ: یہ بہت ناموزوں اور نامناسب ہے کہ غلط کار لوگوں کو جب کہا جائے کہ یہ تمہارا کام مبنی بر خطاء ہے تو وہ جواب میں کہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے خطا نہیں ہوئی تھی (معـاذاللہ) حالانکہ جنہیں یہ لوگ خطائے انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وہ خطائیں نہیں بلکہ حکمتیں و اسرار تھے جیسا کہ عصمۃ الانبیاء کے عقیدہ کا اُصول ہے۔

حکایت: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی سے فرمایا کہ کوئی ایسا کاتب تلاش کرو جس کا باپ عربی (مسلمان) ہو۔ اس نے کہا کہ کیا حضور ﷺ کا والد کافر نہ تھا (معــــاذاللہ) یہ اس کا گمان تھا ورنہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن موحد تھے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "ابوین مصطفی ﷺ"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تجھے یہی جواب دینا تھا۔ آپ نے اس شخص کو ملازمت سے سبکدوش کر کے فرمایا ہمیشہ کے لئے تو ہمارے دفتر میں ملازمت نہ کر سکے گا۔

مسئلہ: امام سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تعجب کے وقت درود و سلام نہ پڑھا جائے۔ حالانکہ حصولِ ثواب کی خاطر پڑھا جا سکتا ہے۔ تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ کا یہی تقاضا ہے۔

فائدہ: امام قابسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص کے لئے کہا جائے کہ جس کا چہرہ قبیح ہو وہ گویا منکرنکیر ہے یا جو شخص ترش روا سے کہا جائے یہ مالک (خازن) نار ہے تو ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے۔ اگر فرشتے کے لئے گستاخی کی نیت سے کہا ہے تو اسے قتل کیا جائے۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ کوئی کسی کا پیچھا نہ چھوڑے تو اس کے لئے کہتا ہے کہ فلاں میرا منکرنکیر ہے اور سی آئی ڈی والوں کے لئے عام محاورہ کردیا گیا ہے کہ منکرنکیر ہیں (معاذاللہ) یونہی کوئی کسی کا قرض خواہ یا کسی سے کوئی مطالبہ ہو وہ اسے ملے تو کہتا ہے ملک الموت یا عزرائیل آ گیا وغیرہ وغیرہ۔ بطور استہزاء و تحقیر تو کفر ہے ہی ویسے عادۃً کہنے پر بھی سخت سزا ہے لیکن سزا کون دے؟ ﴿لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْراً (پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۱) **ترجمہ:** شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔﴾

حکایت: ایک نوجوان نیک خصال لیکن شریعہ سے ناواقف نے کسی کو کوئی بات کہی تو اس نے اسے کہا کہ تو امی (ان پڑھ) ہے فلہٰذا خاموش رہ۔ نوجوان مذکورہ نے کہا کہ میں امی (ان پڑھ) ہوں تو کیا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی نہیں تھے۔

اس نوجوان کی اس مقولہ کی وجہ سے سخت سے سخت مذمت ہوئی بلکہ بہت سے لوگوں نے انہیں کافر تک کہہ دیا۔

اس سے وہ نوجوان سخت پریشان ہوا اور اپنی بات سے سخت نادم ہوا بلکہ اپنی ندامت کا اظہار بار بار کیا۔

فائدہ: امام ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسے کو کافر تو نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس پر کفر کا فتویٰ خطا ہے ہاں وہ نوجوان اس مقولہ سے خطا کار ضرور ہے کہ اس کے اپنے ان پڑھ ہونے پر سرکار ِعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستِشہاد (دلیل) کیا یہ غلطی ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمی ہونا یہ معجزۂ الٰہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نقص کے طور یا بے خبر و جاہل سمجھ کر ہی کہنا خطاء ہے اور یہ بھی جہالت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صفت سے اپنے لئے حجت پکڑنا۔ ہاں اس نوجوان (مذکور) نے اپنے قول سے استغفار اور توبہ کی بلکہ اپنی غلطی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑایا اور عاجزی والحاح کیا اسی لئے اسے معاف کیا جائے اس کی حد مثل نہ ہوگی ہاں اسے سزا دی جا سکتی تھی لیکن اس کی ندامت سے اس کی یہ سزا بھی معاف ہوئی اسی لئے اسے ہر طرح کی سزا سے معاف کیا جائے گا۔

حکایت: حضرت قاضی ابومحمد ابن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس پر کسی نے تنقیص کی۔ اس نے جواباً کہا کہ بھائی تم میرا نقص بیان کر رہے ہو اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں

اور ہر بشر سے کمی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ بھی تو بشر تھے اور آپ ﷺ سے بھی کمی کا احتمال رہتا تھا (معاذاللہ) مفتی صاحب موصوف نے ایسے شخص کے لئے فتویٰ دیا کہ اسے بہت بڑے عرصہ تک قید اور جیل میں قیدی رکھا جائے۔ بلکہ اسے سخت سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ یہ اُس وقت ہے جبکہ اس سے اس کا سبب یعنی تحقیر و توہین کا ارادہ نہ ہو ورنہ اسے قتل کر دیا جائے بلکہ اندلس کے بعض علماء نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اس کی تفصیل رسالہ ''گستاخ کا قتل'' میں ہے۔ مذکورہ بالا تقریر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "شفاء شریف" میں بیان فرمائی ہے۔

انتباہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتباہات پر غور فرمایئے کہ اُنہوں نے شفاء شریف کے فصل اول میں کیسی وضاحت فرمائی ہے مثلاً فرمایا کہ کسی مثال کو کسی پر چسپاں کیا جائے اور کسی شے کو اپنے اور غیر کے لئے حجت بنایا جائے اور فرمایا کہ وہ مثال صرف مثل کے طور پر بیان کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے لیکن اگر اسے حجت کے طور لایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور حجت کے طور شے کو بیان کرنے والا وہی اسی سے استدلال کرنے والا ہوتا ہے اور استدلال کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ خصومات میں اسے پیش اور اپنے اوپر الزام سے بری ہو جائے۔

پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب لکھا کہ کسی اعلیٰ ذات کے صفات ذکر کرنا دو طرح ہیں۔ ایک صفات کا محض ذکر دوسرا اسے استشہاد کے طور پر پیش کرنا اور استشہاد بھی استدلال ہے یونہی قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے آخر فصل میں یہ خوب فرمایا کہ ایسے لوگ خطا کار تو ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے صفات احوال کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں لیکن کافر نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یونہی کسی کا رسول اکرم ﷺ کی کسی صفت پر احتجاج جہالت تو ہے لیکن کفر نہیں ایسے جملہ مقامات میں تصریح ہے کہ ان سے اپنے بچانے کے لئے استدلال کرنا سخت خطا ہے اور ایسے لوگوں کو سخت سزا دینا ضروری ہے۔

میں نے انتباہات اس لئے کئے ہیں کہ میں نے ایسے شخص کو مستدل (استدلال کرنے والے) سے تعبیر کیا تو بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا حالانکہ اس میں اعتراض کی گنجائش نہ تھی چونکہ مقام تدریس و افتاء و تصنیف اور اہل علم کے ہاں تقریر کے لئے استدلال کا مطلب اور ہوتا ہے اور ایسے مقامات میں اعتراض بھی نہیں ہوتا اس کی تشریح آئے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ

ہاں مقدمات میں اور خود کو عیب ونقص سے بچانے کے استدلال کا معنی اور ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر ایسے استدلال پر اعتراض بھی ہے اور سزا دینا واجب بھی ہے بالخصوص عوام میں اور عام بازاروں میں ایسے خفیف الفاظ استعمال کرنا ایسے ہی سب وقذف یعنی تحقیر اور بہتان تراشی وغیرہ میں سزا ضروری ہے اور استدلال کرنے والے کو روکنا واجب ہے تاکہ ایسی گستاخی اور بے ادبی کا رواج نہ ہونے پائے۔ ہر مقام کی ایک علیحدہ بات ہے اور ہر محل کا اپنا حکم ہے جو اس کے مناسب ہوتا۔ کیا تم نے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا وہ اشارہ نہیں سمجھا جو اُنہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُنہوں نے کاتب کو سزا صرف اس لئے دی کہ اس نے اپنے باپ کے کفر پر حضور سرورِ عالم ﷺ کے والد گرامی کے کفر سے حجت پکڑی اور استدلال کیا۔ اسی لئے تو امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کاتب پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔

حکایت: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند سے بیان فرمایا کہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعض شیوخ سے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ایک مسلمان لایا گیا جو پرائیویٹ سیکریٹری کے طور پر آپ کے ہاں کام کرتا تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لانے والے کو فرمایا کہ کاش تو ایسا کاتب لاتا جس کا باپ بھی مہاجر مسلمان ہوتا۔ وہ کاتب (پرائیویٹ سیکریٹری) بول پڑا کہ جناب میرے والد کا کفر کوئی بُری بات نہیں رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تو کافر تھے۔ (معاذ اللہ)
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں یہ مثال دینی تھی۔ اب نکل جا میری محفل سے اور نہ ہی مجھے تیری ملازمت کی ضرورت ہے۔

فائدہ: اس حکایت میں یہی بات ہے کہ کاتب نے اپنے سے ایک عیب ونقص ہٹانے پر احتجاج اور استدلال کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس پر رد فرمایا کہ اس نے ایسی تقدس مآب ذات کو مثال میں کیوں لایا۔

حکایت: مذکورہ بالا حکایت ایک اور طریق سے یوں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن سعد کو فرمایا کہ ہمارے ہاں فلاں حاکم کا باپ زندیق ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ہوا کیا نبی پاک ﷺ کے والد صاحب کافر نہیں تھے (معاذ اللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تجھے نہ صرف ملازمت سے سبکدوش کیا بلکہ ہمارے کسی دفتر میں تمہیں ملازمت نہیں ملے گی۔

قاعدہ: قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء شریف کے فصل سابع میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کوئی امر جائز ہو یا اس کے جواز میں آپ ﷺ کے لئے اختلاف ہو یا اطوار بشریہ کی وجہ بھی ہو یا جن باتوں سے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی وجہ سے صبر فرمایا مثلاً دشمنانِ اسلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچانا یا پریشان کیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تو ان اُمور میں کسی امر کا ذکر بیان کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے متعلق یادرکھیں کہ بطریق روایت یا مذاکرۂ علمی اور جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لائق بات ہو اوران پر اس کا اطلاق جائز بھی ہوتو یہ ہماری بحث میں داخل نہیں ۔کیونکہ یہ اس میں نہ تو اظہارِ نقص وعیب ہے اور نہ ہی ان کی عزت پر حملہ کرنا ہے اور نہ ہی استخفاف واستحقار کا خدشہ ہے نہ ظاہر الفاظ میں اور نہ ہی بولنے والے کا ارادہ ہے لیکن ایسی باتیں اہل علم اور وہ طلبائے اسلام جو ذی فہم ہیں کہ وہ ان مقاصد وفوائد سے باخبر ہیں بیان نہ کیا جائے جو سن کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

حکایت: فقیر کے ایک شاگرد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ واقعہ وعظ وتقریر میں بیان کیا کہ چند بدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لینے آئے تو اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادھر اُدھر سے کھینچا وغیرہ وغیرہ ۔یہ واقعہ سن کر سامعین نے بُرا منایا بلکہ اسے آئندہ تقریر کرنے سے روک دیا۔ مجھے شکایت پہنچی تو میں نے اسے زجر وتوبیخ کی اور نرمی سے اسے سمجھایا کہ عوام کے سامنے ایسے واقعات ایسے طریق سے بیان کیا جائے جس سے عوام کو اُلجھن نہ ہو۔

فائدہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق الصدر کا واقعہ بھی عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں ہاں بیان کرنا ہے تو طرزِ تکلم ایسا ہو کہ واقعہ سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس اُجاگر ہو۔

مسئلہ: بعض علماءِ کرام نے فرمایا کہ عورتوں کو سورۂ یوسف پڑھانا مکروہ ہے یعنی اس کی تفسیر وترجمہ اور مفاہیم وغیرہ۔ اسی لئے عورتیں فطرۃً کم فہم ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں ایسی باتوں کے ادراک کی عموماً اہلیت وصلاحیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنے قواعد میں لکھا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حاکم وقت کو صغیرہ کے ارتکاب سے ملازمت سے سبکدوش کیا جائے یہ غلط ہے، بلکہ کہنے والا جاہل ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاکم وقت سے صغیرہ کا ارتکاب ہو تو حکام اور قضاۃ کو لائق نہیں کہ ایسے شخص کو سزا دیں ہاں کبیرہ کا ارتکاب ہو تو اسکی تفصیل ہے جو مطولات میں مذکور ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ معزز شخصیات پر تعزیر نہیں جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے نیز اس لئے کہ یہ لوگ شر سے معروف نہیں انہیں غلطی گرادے گی یعنی لوگوں کی نظروں میں گر جائیں گے اسی لئے انہیں تعزیر سے معاف رکھا جائے ۔بعض نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ یہ لوگ اصحابِ الصغائر ہیں اصحابِ کبائر نہیں، بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

﴾احادیث مبارکہ﴿

(معزز شخصیات سے تعزیرات کی معافی میں بکثرت احادیث وارد ہیں اُن میں سے چند احادیث ملاحظہ ہوں)

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معزز شخصیت کی خطائیں معاف کروسوائے حدود کے کہ حد شرعی کی معافی نہیں۔(مسنداحمد،الادب المفردالبخاری، ابو داؤد، نسائی)

☆ معزز شخصیت کی خطاء سے تجاوز کرو۔(نسائی، طبرانی کبیر، ابن عدی فی الکامل)

☆ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ معزز شخصیت کی سزا سے احتراز کرو، ہاں حد شرعی ضرور جاری کرو۔

(طبرانی صغیر والاوسط)

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سخی کے گناہ سے احتراز کرو اس لئے کہ جب ڈگمگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔(طبرانی کبیر وابو نعیم فی الحلیه)

فائدہ: شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "طریق المعدله" کی بحث "قتل من لاوارث" میں لکھا کہ فقہاء کا کہنا کہ جس نے جسے قتل کیا وہ اس کا وارث نہیں۔ سلطان وقت کو اختیار ہے کہ وہ اس سے قصاص لے یا دیت معاف کردے لیکن مفت کی معافی صحیح نہیں گویا اُنہوں نے یہ حکم غالب پر لگایا ہے کیونکہ حاکم وقت کی مرضی پر ہے کہ اگر وہ مصلحت دیکھے تو اسے مفت بھی معاف کرسکتا ہے جبکہ اس کے پاس مال بھی نہیں اور نہ ہی وہ کما سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کی خیر وصلاح ونفع بھی مدنظر ہے لیکن اس سے اگر جلد بازی میں ہوا ہو تو پھر اسے قتل کرنا چاہیے ہاں اگر اس نے توبہ کی اور اس کا آئندہ کا ردعمل بھی صحیح ہے پھر کہنا کہ امام یعنی حاکم وقت کا معاف کرنا صحیح نہیں یہ بات بعید از قیاس ہے۔ بالخصوص جب مسلمانوں کو اس سے قصاص کی خواہش نہ ہو۔ اس صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اسے بھی امام (حاکم وقت) کی رائے پہ چھوڑا جائے اور حاکم وقت پر بھی لازم ہے کہ وہ حکم دے جو مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہو۔ وہ ایسا اقدام نہ کرے کہ جس میں کہا جائے کہ اس کا قتل جائز ہے اور وہ جواز بھی مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہے اور اقامت دین بھی مدنظر ہے اس میں حظ نفس کو دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور دنیوی غرض ہو اس میں اس کے خون بہانے سے رُکنا چاہیے کہ ایک نفس معصومہ کو باقی رکھنا ہے۔ اگر وہ اسے بغیر کسی ترجیح شرعی کے قتل کریگا تو یہ بھی اس میں شامل ہوگا جو کسی کو ناحق قتل کرتا ہے۔

فائدہ: امام السبکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب بلا دیت اس کا معاف کرنا جائز ہے جس میں صلاح وخیر اور مسلمانوں کا نفع ہے تو جو خطاء کسی معزز شخصیت سے صادر ہوئی ہے اس سے تعزیر کی معافی بطریق اولیٰ جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔

درسِ ادب: ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "اثــرِ شیخ" میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض نصوص میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معزز خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے اسے معاف کر دینے کی سفارش فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر فلانہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے بھی حد ثابت ہو جائے تو بھی میں قَـطْـعُ يَـدِهَا [1] (ہاتھ کاٹنے) کا حکم دوں گا۔ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بطور ادبِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کے بجائے فُلَانَةٌ لِامْرَأَةٍ شَرِيفَةٍ [2] کا لفظ استعمال فرمایا یہ ان کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ادب کا لحاظ ہے حالانکہ ان کے والد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا ہے۔

[1] (صحيح البخارى، كتاب أحاديث الأنبياء ،باب حديث الغار،الجزء ١١، الصفحة ٢٩٤، الحديث ٣٢١٦)

(صحيح مسلم، كتاب الحدود،باب قطع السارق الشريف وغيره،الجزء ٩،الصفحة ٥٣،الحديث ٣١٩٦)

[2] (الأم للشافعى،تابع الجنايات،باب خطأ الطبيب و الإمام يؤدب،الجزء ٦،الصفحة ١٩٠،دار المعرفة)

درسِ عبــرت: ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ ایسے مقام پہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ کیا اگرچہ حدیث شریف میں نام لیا گیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ تعلیم ہے کہ احکام شرع میں عوام و خواص کا کوئی امتیازی سلوک نہیں۔

فــائده: امام ابن سبکی کے نقل اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ اصل اسلام ادب ہے اور اس کے برعکس خلافِ ادب بلکہ سوءِ ادب ہے۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ وہ جسے جس طرح کہیں لیکن ہمیں اس طرح کہنا قبیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ باوجودیکہ اس حدیث سے احتجاج و استدلال کر رہے ہیں اور اپنی تصنیف میں ہی اسے لکھ رہے ہیں کہ سوائے ان کے کسی اور کو اس پر آگاہی نہیں لیکن پھر بھی ادب سے نام نہیں لیتے تو بھی حرج نہ تھا لیکن ادب اعلیٰ عمل ہے اسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنایا۔ مزید برآں حدیث پاک میں بھی لفظ لــو سے ذکر ہے جو امتناع کے لئے آتا ہے اور یہاں بطور بغرض محال استعمال ہوا ہے تب بھی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ فرمایا یہ کمالِ ادب ہے۔

از خدا خواهيم توفيق ادب	بے ادب محروم ماند از فضل رب

فهرست الفاظِ کفريه:

☆ رُؤْيَتِى إِلَيْكَ كَرُؤْيَةِ مَلَكِ الْمَوْتِ

(الحاوى للفتاوى للسيوطى،الجزء ١،الصفحة ٢٨١،دار الفكر للطباعة و النشر)

یعنی میں تجھے ملک الموت کی طرح دیکھتا ہوں۔

یہ عموماً اس کے لئے بولتے ہیں جو کسی کو کسی سے خوف وخطرہ ہو مثلاً قرض خواہ ہے یا کوئی اور سبب۔احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کا مذہب ہے کہ ایسے قول سے قائل کافر نہ ہوگا لیکن تعزیر سے نہ بچ سکے گا یعنی ایسا قول شرعاً ممنوع ہے اگر کوئی کہہ دے تو کافر تو نہ ہوگا لیکن سخت سزا دی جائے تا کہ ملائکہ کی تحقیر نہ ہو۔

☆کوئی کلمہ قرآنی الفاظ سے اپنے مقصد کے لئے بولنا مثلاً کہا جائے **جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى** (پارہ۱۶،سورۃ طٰہٰ، آیت۴۰) ﴿**ترجمہ**: ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسٰی۔﴾ اس شخص کے لئے جو اپنے وقت پر کسی جگہ پہنچے اور وہ یہ جملہ سن کر کہے "**نعم**" ہاں۔فقہاء کرام فرماتے ہیں ایسا اقتباس صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی توہین وتحقیر ہے کہ اس کے کلمات کو اپنے دُنیوی اغراض پر استعمال کیا جائے۔یونہی انبیاء علیہم السلام کو اغراض دنیویہ پر استعمال کیا جائے۔

محافلِ میلاد: حضرت امام ابن حجر سے سوال ہوا کہ محافل میلاد میں بعض لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ میں مختلف انداز اپناتے ہیں۔بعض مقررین واعظین خواص وعوام کی موجودگی میں (جہاں مرد و عورتیں جمع ہوتی ہیں) لچھے دار تقریریں کرتے ہیں۔ان میں بعض باتیں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی بھی سرزد ہو جاتی ہیں مثلاً رقت آمیز باتیں حکایتیں بیان کرتے ہیں جن میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو کم ہوتا ہے لیکن ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت از غیر کا پہلو واضح ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں طائف سے دائیاں آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کے پیش نظر کسی دایہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لیا سوائے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے رہے۔اس پر چند اشعار بھی ہیں،

بِأَغْنَامِهِ سَارَ الْحَبِيبُ إِلَى الْمَرْعَى	فَيَا حَبَّذَا رَاعٍ فُؤَادِی لَهُ يَرْعَى

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الفقهية،كتاب النفقات،تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء،الجزء ١، الصفحة٢٨٢،دار الفكر للطباعة والنشر)

یعنی محبوب بکریاں لے کر چراگاہ کو چلا۔واہ واہ چرانے والے میرا دل ہی اس کے لئے راعی ہوتا۔

فَمَا أَحْسَنَ الْأَغْنَامَ وَهُوَ يَسُوقُهَا	وَكَثِيرٌ مِنْ هَذَا الْمَعْنَى الْمُخِلِّ بِالتَّعْظِيمِ

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الفقهية،كتاب النفقات،تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء،الجزء ١، الصفحة٢٨٢،دار الفكر للطباعة والنشر)

یعنی کیسی حسین وجمیل ہیں وہ بکریاں جسے وہ محبوب ہانک کر لے جاتا ہے۔

ایسے بہت معنیٰ محل قابل تعظیم ہیں۔خلاصہ یہ کہ اس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکریاں چرانے والے کے ذکر آپ کی خفت وحقارت کا اظہار ہوتا ہے اگر چہ قائلین کا ارادہ ایسا نہیں اور نہ انہیں ایسے پہلو کا تصور ہوتا ہے۔

الجواب: سمجھدار کو لائق ہے کہ ایسے مقام پر خبر یعنی مضمون میں مخبر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقص کا تصور و خیال نہ کرے یہاں تو صرف خبر محض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چَراتے اس سے کب لازم آتا ہے کہ ہر بکریاں چرانے والا حقیر و فقیر ہوتا ہے بلکہ بکریاں چرانا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''بکری کی فضیلت''

اللّٰہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا پہلو: ''ابن ابی الدنیا کتاب العصمت'' میں لکھتے ہیں کہ امام مطرف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و جلال قلوب میں ہونا ضروری ہے اس لئے یہ اللہ کے ذکر خیر میں نہ کیا جائے مثلاً کتے کو بدعا دیتے ہوئے کہو اَللّٰھُمَّ اخْزِہٖ، (رسوا کر) یا گدھے کو کہے یا بکری کو۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: اس میں اللہ تعالیٰ کی رفعت شان کے سامنے یہ لائق نہیں کہ اس کے ذکر کے ساتھ حقیر و خفیف اشیاء کا ذکر ہو۔ اسی لئے ہمارے فقہاءِ کرام کہتے ہیں کہ اس طرح نہ کہا جائے، یا خالق الخنازیر

والکلاب والقاذوات

یعنی اے خنزیرو، کتے اور گندگیوں کو پیدا کرنے والا۔ (شرح فقہ اکبر للملاعلی قاری)

حاضر وناظر اور گندگی: بعض گندے ذہن والے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء وغیرہ میں حاضر و ناظر ہیں۔ ہم انہیں جواب دیتے ہیں عقیدہ رکھنا اور بات ہے اسے زبان پہ لانا شے دیگر۔ ہم عقیدہ تو حاضر و ناظر کا ہر جگہ رکھیں گے لیکن تفصیل کے وقت ایسی گندی اشیاء کو زبان پہ نہ لائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کو خالق شئی مانتے ہیں لیکن تفصیل کے وقت نہ کہیں گے۔

خالق الخنازیر والکلاب والقاذوات

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''حاضر و ناظر اور گندگی''

ایک گستاخی پر سوال کا جواب: حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام سہیلی نے حدیث نقل کی، ''إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار ولا تنالہ شفاعۃ،

الجزء ۱، الصفحۃ ٤٦٧، الحدیث ۲۰۳)

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، الباب فی ذراری المشرکین، الجزء ۱۲، الصفحۃ ۳۲۷، الحدیث ٤٠٩٥)

یعنی میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم نہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین دوزخ میں ہیں (معاذاللہ) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ’’اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ‘‘ (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،اٰیت ۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے فقیر کی تصنیف ’’ابوین مصطفی ﷺ‘‘ کا مطالعہ ضروری ہے۔

بکریاں چرانا: سابق دور میں بکریاں چرانا نقص و عیب نہ تھا لیکن بعد کے عرف میں یہ صفت حقارت کے کھاتہ میں آگئی اسی لئے مالا صاتہ اس میں تحقیر نہیں اسی لئے مطلقاً رَعْیِ الْغَنَمِ پر اعتراض نہ ہونا چاہیے کیونکہ بہت سی باتیں سابق دور میں حقیقت نہیں ہوتیں لیکن زمانے کی تبدیلی سے احکام بدلتے ہیں اسی لئے زمانہ زمانہ اور شہر شہر کا فرق ہے۔ اس پر فقہاء کرام کا کلام شاہد ہے۔ نکاح کی کفاءت میں اور مروت شہادات میں یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں ہے حتی کہ منہاج میں لکھا ہے کہ ہمارے دور میں یہ کلمہ جو بھی بولتا ہے شتم و تنقیص کے موقعہ پر بولتا ہے مثلاً کوئی کسی کو کہے انت یا راعی المعزی ﴿یعنی اے بکریاں چرانے والے۔﴾ تو اس سے تنقیص کا پہلو نکل سکتا ہے۔ اسی لئے ایسے جملے اس نے جو کچھ کہا ہے اپنے اعتقاد کی ترجمانی کی ہے یعنی وہ یہ اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہوتے اور مجھے اس فیصلہ پر رجوع کا فرماتے تو بھی میں نہ مانوں گا یہ شخص کافر ہے۔ (معاذ اللہ) مندرجہ ذیل آیات کے خلاف بکواس کرتا ہے۔

(۱) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ (پارہ۳،سورۃ اٰل عمران،اٰیت ۳۲)

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

(۲) فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ۵،سورۃ النساء،اٰیت ۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

حکایت: اس شخص کا قصہ کہ جس کا فیصلہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا لیکن وہ آپ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کریں آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار سے قتل کردیا۔ یہ قصہ مشہور ہے اور اس کی بکواس پر اس قول سے تعجب ہے کہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے نص دکھائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا قول خود نص ہے۔ مسلمان پر تو ایسا گمان نہیں ہوسکتا تو شاید اُس نے یہ قول مِنْ حَیْثُ الْاِعْتِقَادُ نہ کہا ہوگا۔

دوسرا سوال: یہ تو شدید ترین خطاء ہے بلکہ قبیح ترین ہے اور پہلے مسئلہ سے بہت زیادہ بُرا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر مجھے کسی نبی یا فرشتے نے گالی دی تو میں بھی اسے گالی دوں گا۔

الجواب: ابن رشد و ابن الحاج نے فرمایا کہ ایسے شخص کو بہت سخت مارا جائے اور اسے قید میں رکھا جائے اور اس کا دوسرے لوگوں کے لئے مباح (جائز) کرنا یہ دوسری بات ہے یہ بُرائی میں اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کو حرام کے ارتکاب و استحلال پر اُکسانا اور انبیاء و ملائکہ کرام علیہم السلام کے منصب پر حملہ کرنا ہے اور یہ کیسے کسی کو کسی کے لئے مباح کیا جائے جبکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اسے بُرا بھلا کہے۔ مسئلہ اصل کے اعتبار سے سخت ہے ایسے شخص کو ایسی باتوں سے روکا جائے اور اسے کہا جائے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر اس سے بائیکاٹ کیا جائے اور اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ ضروری ہے اور یقین دہانی کرائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کہے گا۔ یہ بیان امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ اس پر فقیر اُویسی غفرلہٗ توضیحاً اضافہ کرتا ہے۔

اضافہ اُویسی غفرلہٗ: گستاخی کے درجات ہیں نہ ہر گستاخ واجب القتل ہے نہ ہر گستاخ قابلِ معافی ہے۔ گستاخی اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس میں ہو یا انبیاء علیہم السلام کے حق میں یا ملائکہ کرام کے بارے میں یا اُولیاءِ کرام وعلمائے حق کے متعلق۔ احوالِ انبیاء علیہم السلام کسی پر چسپاں نہ کئے جائیں بالخصوص عوام کے سامنے۔ ہماری یہ تحقیق اس کے لئے ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔

حکایت: ہم یہاں ایک نکتہ لطیفہ عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ شیخ ابن السبکی علیہ الرحمہ ترشیح میں لکھتے ہیں کہ میں ایک دن جماعت کے ساتھ گھر کے دالان میں کھڑا تھا کہ کتا پانی چھڑکتا ہوا ہمارے قریب سے گزرا اس سے خطرہ تھا کہ اس کے چھینٹے ہم پر نہ پڑیں۔ میں نے کتے کو جھڑکتا ہوا کہا کہ **یا کلب ابن کلب** (اے کتا اور کتے کا بیٹا) میرا یہ قول میرے شیخ یعنی میرے والد شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر کے اندر سے سن رہے تھے باہر تشریف لا کر فرمایا تم کس کو گالی دے رہے تھے؟ میں نے عرض کی حضور! میں نے تو صحیح کہا ہے وہ کتا ہے اور کتے کا بیٹے۔ اُنہوں نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن تو نے یہ بات اس کی اہانت وتحقیر کے طور کہی ہے اور یہ تمہارے لئے لائق نہیں۔ اس سے میں یہ نکتہ سمجھ گیا کہ کسی کو کوئی صفت جو اس کے لائق ہے کہنے میں حرج نہیں اس میں اس کی اہانت وتحقیر مدنظر ہو تو پھر بے ادبی و گستاخی ہے۔

فائدہ: ایسے الفاظ کسی پر بولنا اور تدلیس وچھپا کر بیان کرنا اور اندرونی بغض اور حسد وکینہ کی وجہ سے بولنا بولنے والے کو نقصان ہوگا جس پر بولا گیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں اور انبیاء علیہم السلام کا حق تمام کے حقوق سے فائق ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ

یونہی مدلس (چھپا کر بات کرنے والے) سے قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام مخاصمت کریں گے اور ان کی گنتی کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معین (ناقدالحدیث) سے سوال ہوا کہ تم خوف نہیں کرتے کہ قیامت میں تیرے وہ محدثین خصم ہوں گے جن کی تم احادیث ترک کرتے ہو۔ فرمایا کہ قیامت میں مجھے کسی خصم کا خطرہ نہیں مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرلگتا ہے کہ کہیں وہ میرے خصم نہ ہوں اور فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہ کیا جبکہ وہ احادیث ترک کرتا ہوں جن میں کذب وغیرہ کا احتمال ہوتا ہے یونہی میں کہتا ہوں کہ میرا سارا جہاں خصم ہو کوئی خوف نہیں لیکن مجھے ڈرلگتا ہے کہ کہیں کوئی ایک نبی میرا خصم ہو چہ جائیکہ تمام انبیاء علیہم السلام۔

سنگین قول کی تقریر: کسی نے کوئی فیصلہ کیا تو شہر کے تمام قاضیوں نے اسے غلط قرار دیا۔ وقت کے بادشاہ نے اسے کہا کہ تیرے فیصلے کو کوئی بھی نہیں مانتا لہٰذا اپنے فیصلے سے رجوع کرلو۔ اس نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مزار سے باہر نکل کر مجھے اس سے رجوع کا فرمائیں تو بھی نہ مانوں گا جب تک آپ مجھے صریح نص قرآنی نہ دکھائیں (معاذاللہ) پھر اسی نے ایک مدت کے بعد کہا کہ اگر مجھے کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب گالی دے تو میں بھی اسے گالی دوں گا اور وہ اپنے فتویٰ کو عوام میں اور بازاروں میں کہتا پھرتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے جائز ہے۔ (معاذاللہ)

جواب باصواب: قائل کا پہلا قول کہ (معاذاللہ) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزار سے باہر تشریف لاکر مجھے فرمائیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ سنوں گا یہاں تک کہ مجھے آپ صریح نص دکھائیں۔

قائل کا یہ قول تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) قائل سے یہ قول سبقت لسانی سے ہوا۔ اس کا ایسی بات کہنے کا ارادہ نہ تھا یہی مسلمان پر حسن ظن اور اس کے حال کے لائق ہے اُمید ہے اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ اگر امام مالک بھی قبر سے باہر آجائیں تو بھی نہ مانوں گا تو بجائے امام کے اس کے منہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نکل گیا وہ اپنی تیزی طبع سے ایسے کہہ گیا۔ ایسے شخص کو نہ کافر کہیں گے اور نہ اس کی سزا دیں گے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: آج کل کے دور میں ایسے حال والے کہاں بلکہ عام بکواس کرنے والے اسی قول کا سہارا لے کر کئی قسم کے بکواسات کریں گے۔ لیکن قول اول بھی اس شخص کے لئے ہے جس سے اس قسم کی گستاخیوں کا صدور پہلے نہیں ہوتا تھا اور وہ خود بھی کہے کہ مجھ سے سبقت لسانی ہوئی اور وہ اپنی بات سے سخت ندامت کا بھی اظہار کرتا ہے اور کھلم کھلا واضح طور پر اپنی خطاء کا اعلان بھی کرے اور توبہ و استغفار میں مبالغہ کرے اور اپنی غلطی پر سر پر مٹی ڈالے اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرے اس کے علاوہ اور بھی اتنی نیکیاں کرے کہ اس سے ایسی غلطی کی معافی کا موجب بنیں۔

(۲) سبقت لسانی کی بات تو نہیں اور نہ ہی اس کا یہ اعتقاد ہے لیکن وہ یوں تاویل کرتا ہے کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے خلاف تمام جن وانس مجھے اس سے رجوع کا کہیں تو بھی نہ مانوں گا اور اگر نبی پاک ﷺ مزار سے باہر تشریف لاکر مجھے رجوع کا فرمائیں تو بغیر حجت اور انکار کے آپ کا حکم بلا توقف مان جاؤں گا اور میری یہ عبارت مبنی بر مبالغہ ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا اب مزار سے باہر تشریف لانا عادۃً محال ہے ایسا شخص کافر تو نہیں لیکن اس نے بہت بڑی جرأت کی ہے اسے اپنے منصب سے ہٹایا جائے اور اتنی زبردست اور سخت سزادی جائے کہ قتل کے سوا جتنا ہوسکتا ہے اُسے مارا پیٹا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے گستاخ کا انجام: ابلیس نے جرأت کرکے کہا کہ آدم علیہ السلام سے میں بہتر ہوں اسی اعتراض کی نحوست تھی کہ جونہی شیطان ابلیس نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا تو ملعون ٹھہرا اور زمرۂ کفار و مردودین میں شامل ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ آدم علیہ السلام کا حکم فرمایا تو شیطان نے اعتراض کے طور پر کہا، ''ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا'' (پارہ ۱۵، سورۃ الاسراء، آیت ۶۱)

ترجمہ: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

اسی اعتراض کی نحوست سے ہاروت و ماروت کو سزا ملی جبکہ اُنہوں نے آدم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں اعتراض کیا۔

سبق: جب مخلوق کے بارے میں اعتراض کی یہ سزا ہے تو خالقِ کائنات پر اعتراض کرنے کی کیا سزا ہوگی اور دورِ حاضرہ میں بعض جدت پسند اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور ان کے غور و خوص کرکے تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ سابقہ اُمم میں بھی اہل ہوا معترضین منکرین انہی وجوہ سے تباہ و برباد ہوئے کہ اُنہوں نے ان مسائل کو اُٹھایا جنہیں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام اور اُولیاء کاملین رحمہم اللہ علیہم بیان کرنے سے گھبراتے تھے اس لئے کہ ان مسائل کے اظہار سے ذات وصفات پر شبہات پیدا ہونے کا خطرہ تھا لیکن بعد میں آنے والے ملحدوں نے وہی مسائل کھڑے کئے تو شبہات میں پڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر وہ یہ مسائل کھڑے نہ کرتے تو ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتے۔

مسئلہ: خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فعل اور اس کے تخلیقی اُمور میں اعتراض کرنا کفر ہے اس پر وہی جرأت کرسکتا ہے جو کافر، گمراہ اور گمراہ کن ہوگا۔

نبوت کی گستاخی کی سزا: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے اسی لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اسی لئے ان پر اعتراض کرنا دونوں جہانوں کی تباہی و بربادی کو مول لینا ہے۔

حدیث شریف: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اے لوگو! تمہارے اُوپر حج فرض ہے۔ یہ ارشادِ گرامی سن کر حضرت عکاشہ بن محصر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم پر ہر سال حج فرض ہے یا صرف اسی سال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج فرض ہوجاتا اگر ہر سال فرض ہوتا تو تم اسے چھوڑ کر گمراہ ہوجاتے۔ فلہٰذا تم مجھ سے اس قسم کے سوالات مت کیا کرو جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ تم سے پہلی قومیں بھی کثرتِ سوالات و اختلافات اور رسل علیہم السلام پر اعتراض و انکار کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں۔

ایک گستاخ کی کہانی: بہت بڑی بدبختی اس شخص کی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا۔ چنانچہ بعض بزرگوں سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ کسی بدبخت نے کہا کہ کوئی بھی اپنی خواہش نفسانی سے خالی نہیں خواہ وہ نبی ہے یا ولی یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام بھی (معاذ اللہ) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَیْنِی فِی الصَّلَاةِ"

(سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، الباب حب النساء، الجزء ١٢، الصفحة ٢٨٨، الحدیث ٣٨٧٨)

میں نے اسے کہا اے بدبخت! خدا کا خوف کر کہ یہ اعتراض بے جا ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفسانی خواہش ہوتی تو فرماتے أَحْبَبْتُ بلکہ فرمایا حُبِّبَ (بصیغہ مجہول) اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا اشیاء کی محبت کا حکم منجانب اللہ تھا۔ جب وہ حکم منجانب اللہ تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیسا۔ اس بدبخت کی بات مجھے سخت ناگوار گزری اور مجھے سخت غم لاحق ہوا اس غم میں مجھے نیند نے گھیرا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم نہ کھایئے میں نے اس بدبخت کا کام پورا کردیا ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو سننے میں آیا کہ وہ بدبخت مارا گیا ہے۔

گستاخِ نبوت کی سزا: جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں سے نفسانی پیار تھا۔ اس سے اس کی مراد تنقیص رسالت ہو تو ایسے بدبخت کو قتل کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت کو تباہ و برباد کرے۔

كذا قال الفقهاء صاحبِ "روح البیان" فرماتے ہیں،

شب پره میطلبد بدر تمامت نقصان	او نداند که ابد نور تو ظاهر باشد

(روح البیان، سورۃ الانبیاء آیت ۲٤،الجزء٥، الصفحة٤٦٦)

یعنی چمگادڑ چودھویں رات کے چاند کو ناقص سمجھتا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا۔

هر که از روی جدل بر تو سخن میراند	بمثل شد اگرش بو علی کافر باشد

(روح البیان، سورۃ الانبیاء آیت ۲٤، الجزء٥، الصفحة٤٦٦)

یعنی جو شخص تجھ پر اعتراض کرتا ہے وہ غلط کرتا ہے اگر چہ ابو علی جیسا کافر بھی ہو۔

گستاخوں کے حالات فقیر کی تصنیف ''گستاخوں کا بدانجام'' میں پڑھئے۔

اولیاء کے گستاخ: اولیاء و مشائخ اور علماءِ باعمل پر اعتراض کرنا بھی محرومی ہے بلکہ ان کی صحبت سے برکات نصیب نہ ہوں گے نہ ہی ان سے علمی فیض حاصل ہوسکیں گے جیسے موسیٰ و خضر علیہم السلام کا واقعہ شاہد عادل ہے حالانکہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے معاہدہ کرایا کہ ''فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا''

(پارہ ١٥،سورۃ الکھف، اٰیت ٧٠)

ترجمہ: تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

لیکن پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا تو جدائی پر نوبت آگئی اور ساتھ رہنے کے برکات اور علمی فیوضات کے حاصل کرنے سے رہ گئے اور وہ علوم آپ علیہ السلام کو میسر نہ ہوئے جو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہونے تھے۔

خوارج کی بدقسمتی: خوارج کی بدقسمتی ہے کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اسی وجہ سے صرف ان کا خروج ہوا بلکہ دینِ حق سے خارج ہوگئے اور انہیں كِلَابُ النَّارِ اور شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ کے القاب نصیب ہوئے۔

ولی اللہ کے گستاخ کی کہانی: حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ایک شاگرد آپ کا نافرمان نکلا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے گر گیا ہے۔ چنانچہ بعد میں اسے ہیجڑوں کے ساتھ پھرتا دیکھا گیا پھر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ یہ اسے دنیا میں سزا ملی اور آخرت میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے نظرِ کرم سے نوازے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہجران وفراق میں رہے گا۔

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے:

ھیں مکن باشد کامل جدل	تا نباشد گمراھی اور ابدال

یعنی خبردار مرشد کامل سے جھگڑا نہ کر، تا کہ وہ تیرے لئے اس کے عوض گمراہی ہو۔

بہر حال انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ نہایت ہی نازک ہے لاشعوری سے لوگ بعض ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کے نزدیک تو معمولی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے نزدیک بہت سخت ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہی باتیں جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہیں۔ اسی لئے مسلمان پر لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بالخصوص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولیائے کرام وعلمائے عظام بالخصوص صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ایسے الفاظ سے اجتناب کیا جائے جو انجام کی بربادی کا موجب بنیں۔

وماعلینا الا البلاغ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور، وارد کراچی بابُ المدینہ۔ پاکستان

۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بروز بدھ (چہار شنبہ)

☆......☆......☆